یثرب سے مدینہ تک: اسلامی معاشرے کی تشکیل میں نبی کریم ﷺ کا کردار

The Role of the Prophet Muhammad (peace be upon him) in the Formation of the Islamic Society: From Yathrib to Madinah

Dr. Peree Gul Tareen
Lecturer Islamic Studies Department,
Sardar Bahadur Khan Women's University, Quetta Baluchistan
Email: pareegul563@gmail.com
Ms. Summaya Raza
Lecturer Islamic Studies Department,
Sardar Bahadur Khan Women's University, Quetta Baluchistan
Email: sumayaraza1980@gmail.com

Abstract
The transformation of Yathrib into Madinah marks a significant milestone in the formation of the first Islamic society. The Prophet Muhammad (PBUH), through his exemplary leadership, spiritual guidance, and diplomatic acumen, played a central role in this transformation. Upon his migration (Hijrah) to Yathrib, he laid the foundations of a unified society by resolving tribal conflicts, establishing the Charter of Madinah, and promoting principles of justice, brotherhood, and mutual cooperation. His efforts resulted in the creation of a model community based on Islamic values, which served as a blueprint for future Islamic governance. This paper explores the strategic and moral dimensions of the Prophet's role in shaping this society and its long-lasting impact on Islamic civilization.
Keywords: Prophet Muhammad (PBUH), Yathrib, Madinah, Islamic society, Hijrah, Charter of Madinah, Islamic leadership, social reform, unity, Islamic governance

مدنی دور کا تعارف

ا۔ قبل از ہجرت مدینہ منورہ:

قبل از ہجرت مدینہ کا نام یثرب تھا۔ ڈاکٹر شوقی ابو خلیل اپنی کتاب "اٹلس سیرتِ نبوی ﷺ" میں لکھتے ہیں:

"سعودی عرب کا دارالحکومت "المدینۃ المنوّرہ" ہے۔ مدینہ منورہ کا پہلا نام یثرب تھا۔ رسول اللہؐ جب ہجرت کر کے یثرب آئے تو اس کا نام مدینۃ النبی مشہور ہوا جو کثرت استعمال سے فقط مدینہ کہلانے لگا۔ نبیؐ نے یثرب یا مدینہ کا نام طیبہ اور طابہ رکھا۔ قرآن پاک میں یثرب اور مدینہ دونوں کے نام آئے ہیں۔"[1]

الف۔ یثرب: تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ "یثرب" دراصل حضرت نوحؑ کی نسل میں سے ایک آدمی کا نام تھا جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کے نام پر اس شہر کا نام بھی یثرب پڑ گیا۔ مولانا صفی الرحمن صاحب لکھتے ہیں :

"یثرب اس شہر کا اولین نام ہے۔ یہ نام اس شخص کے نام پر پڑا جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کا یہ نام تبدیل فرما کر "المدینہ" رکھ دیا۔ ممکن ہے کہ اس تبدیلی کی وجہ یہ ہو کہ لغت میں "یثرب" کا معنی ملامت وخرابی کے ہے۔"[۲]

i۔ جغرافیہ مدینہ منورہ: مدینہ منورہ کو قدیم زمانے میں یثرب کہا جاتا تھا، جو اس کے قدیم ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اسلام سے پہلے مدینے کی تاریخ زیادہ تر گمنام اور منتشر ہے، البتہ جوں جوں اسلام کے اولین دور کا مطالعہ کرتے ہیں، اس شہر کے خدوخال بھی نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ مدینہ منورہ سرسبز وشاداب خطہِ زمین پر واقع ایک نخلستان ہے جہاں پانی کی فروانی ہے اور جسے چاروں طرف سے سیاہ آتشیں چٹانوں نے گھیر رکھا ہے۔ ان آتشیں چٹانوں میں دو چٹانیں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک حرہ واقم جو شہر کی مشرقی سمت میں واقع ہے اور دوسری حرہ برہ جو مغرب کی جانب ہے۔ حرہ واقم زیادہ شاداب اور حرہ برہ کے مقابلے میں زیادہ گنجان ہے، جب کہ شہر کے شمال میں احد پہاڑ اور جنوب مغرب میں عسیر نامی پہاڑ واقع ہے۔ اور مدینہ میں چوبیس سے زیادہ پانی کے چشمے ہیں جن میں اہم ترین عین الزرقاء ہے۔ مدینہ کا پانی ہلکا، سرد اور شریں ہے۔ شہر کی آب وہوا سردیوں میں بہت سرد اور گرمیوں میں بہت گرم ہے۔

iv ۔ مدینہ میں اسلامی معاشرے کا قیام:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے :

"جآءتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًا م بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهٖ وَاللهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" ط۔

"ان کو پہنچ چکا صاف حکم آپس کی ضد سے پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات کو جس میں وہ جھگڑا کر رہے تھے اپنے حکم سے، اور اللہ بتلاتا ہے جس کو چاہے سیدھا راستہ۔"[۳]

اس آیت کا مفہوم ہے کہ انسانیت اصل میں ایک ہی جماعت تھی اور توحید کے خالص اصول پر قائم تھی، لیکن جب انسانوں نے توحید کا عقیدہ ترک کر کے مختلف راہوں میں بھٹکنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ دکھانے کی غرض سے اپنے پیغمبر بھیجے۔ اور ان کی طرف حکم بھیجا کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف بلائیں، ارشادِ ربانی ہے :

اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَا تَّبِعُوْهُ وَلَاتَتَّبِعُوْا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ۔'

"ترجمہ: بے شک یہ راہ میری سیدھی ہے، سو اس پر چلو اور مت چلو اور رستوں پر کہ تم کو جدا کر دیں گے اللہ کے راستے سے یہ حکم دیا ہے تم کو۔"[4]

اس آیت کی تشریح شیخ الحدیث مولانا محمد انوار الحق نے یوں کی ہے:

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کا حکم دے کر اختلاف و انتشار سے بچنے کی تلقین فرما رہے ہیں، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین و کفار کے من گھڑت اور بے بنیاد عقائد کی تردید کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے، والدین کی نافرمانی، اولاد کو فقر و افلاس کے خوف سے قتل کر دینے، زنا بے حیائی، بلا وجہ قتل نفس، یتیم کے مال میں غیر شرعی تصرف، حرام و حلال کی خود کاری ناپ تول میں کمی جیسے جرائم کی مذمت کر کے صراطِ مستقیم پر چلنے کا حکم فرما رہے ہیں، کیوں کہ دین کے دشمنوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کردہ کئی اشیاء کو اپنے آپ پر حرام کر دیا تھا اور حرام چیزوں کو حلال سمجھ کر ان کے استعمال میں کوئی شرم محسوس نہ کرتے تھے۔ شرعی احکامات کو اپنے نفسانی خواہشات کے تابع کر کے ان کے خود ساختہ حلال یا حرام ہونے کے لیے لغو اور بے بنیاد تاویلات کرتے تھے۔'[5]

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہر پیغمبر نے آکر توحید، عقیدہ آخرت اور رسالت جو کہ اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ انکے ذریعے

سے انسانیت کو بھٹکنے سے بچایا۔ اور آخری نبی محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی اسی مقصد کے لیے بھیجا۔ اس کے بارے میں سید ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

"آپ کا مقصدِ بعثت دنیا کو جنت کی بشارت اور عذابِ آخرت کی وعید پہنچانا تھا، آپ داعی الی اللہ اور سراجِ منیر بن کر آئے تھے تاکہ ساری دنیا کو روشن کریں، آپ مبعوث فرمائے گئے تھے کہ دنیا کو بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف خدا کی بندگی میں داخل کریں، تمام لوگوں کو مادی زندگی کی کالی کوٹھری سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعتوں میں پہنچا دیں، مذاہب وادیاں کی ناانصافیاں اور زیادتیوں سے نجات دے کر اسلام کے انصاف سے متمتع ہونے کا موقع دیں، آپ کا کام نیکی کی ترغیب دینا، بدی سے منع کرنا، صاف و پاک چیزوں کو حلال، گندگی و ناپاک چیزوں کو حرام قرار دینا اور ان بندشوں اور بیڑیوں کو توڑنا تھا، جو انسانوں نے اپنی نادانی سے یا مذاہب اور حکمتوں نے اپنی زبردستی سے لوگوں کے پاؤں میں ڈال رکھی تھیں۔ آپؐ کے مخاطب صرف ایک قوم یا ایک ملک کے باشندے نہ تھے۔ آپ کا خطاب تمام انسانوں اور پوری انسانی ضمیر سے تھا، عرب قوم حد سے بڑھی ہوئی پسماندگی اور اخلاقی پستی

کی وجہ سے اس کی مستحق تھی۔ کارِ نبوت کی ابتداء بھی اسی قوم سے ہوئی۔ آنحضور ﷺ کی بعثت اور نبوت کا آغاز مکہ مکرمہ سے ہوا لیکن اسلام کی ترویج و اشاعت اس وقت ہوئی جب مدینہ منورہ ہجرت کے کرنے بعد ایک اسلامی معاشرہ اور ریاست معرضِ وجود میں آئی۔"[۹]

۲: آنحضور ﷺ کی مدینہ منورہ آمد :

مسلمان مکے سے ہجرت کر کے یثرب آئے تو اس شہر کا نام مدینۃ النبیؐ ہو گیا۔ مدینہ آنے والے ان مہاجرین کا تعلق قریش کی مختلف شاخوں سے تھا۔ مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں کے تمام مسلمانوں کے لیے فرض تھا کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ میں سمٹ آئیں، اور یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہا، جب تک ہجرت کے آٹھویں سال فتح مکہ پر سرکاری طور پر روک نہ دیا گیا۔ ہجرت کرتے ہوئے مسلمانوں کو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ہجرت کے لیے مدینے کا انتخاب فرمایا۔ آپؐ کی حدیث ہے :

"حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے ایک ایسے شہر میں ہجرت کرنے کا حکم ہوا ہے جو دوسرے شہروں کو کھائے گا (یعنی سب کا سردار بنے گا) منافقین اسے یثرب کہتے ہیں لیکن اس کا نام مدینہ ہے، وہ (برے) لوگوں کو اس طرح باہر کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔"[۱۰]

رسول اللہؐ نے اپنے ہجرت کے سفر کو مؤخر رکھا اور ابو بکر صدیقؓ نے آپؐ سے مدینہ جانے کی اجازت مانگی، اس سے پہلے جب آپؐ کے صحابہ کرامؓ مدینہ جا رہے تھے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو جانے کی اجازت نہیں دی تھی اور اس وقت ان کو روک دیا اور فرمایا میرا انتظار کرو ممکن ہے کہ مجھے بھی یہاں سے چلے جانے کی اجازت مل جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے صحابہؓ کرامؓ سے مدینہ جانے کے لیے دو اونٹنیاں خرید لی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ میرا انتظار کرو کیوں کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے بھی جانے کی اجازت دے دے گا۔ انھوں نے ان اونٹنیوں کو اپنے پاس ہی رہنے دیا اور خود رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کے انتظار میں ان کو خوب چرا کر موٹا کر لیا۔ پھر آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے جب ہجرت کا حکم دیا، اس کے بارے میں علامہ ابی جعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہے ایک دن ظہر کے وقت ہم اپنے گھر میں تھے اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس سوائے ان کی دو بیٹیوں میرے اور اسماءؓ کے کوئی اور نہ تھا کہ ٹھیک دوپہر کے وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے آپ روزانہ بلا ناغہ صبح یا شام ہمارے گھر آیا کرتے تھے، حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کو اس وقت آتا دیکھ کر کہا اے نبی اللہؐ ضرور کوئی بات ہے، جس کے لیے آپؐ نے اس وقت زحمت گوارا فرمائی ہے، اندر آکر آپؐ نے فرمایا ابو بکرؓ جو یہاں ہو اسے ہٹا دو۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہاں کوئی مخبر نہیں ہے یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں، رسول اللہؐ نے فرمایا اللہ نے

مجھے مدینہ جانے کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا مجھے رفاقت کا شرف عطا ہوا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں تم میرے ساتھ چلنا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا آپؐ میری اونٹنیوں میں سے ایک لے لیجئے یہ دونوں وہی اونٹنیاں تھیں جن کو وہ اسی غرض کے لیے چرا کر تیار کر رہے تھے تاکہ جب رسول اللہ ﷺ کو جانے کی اجازت ہو انھیں پر سوار ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان میں سے ایک آپؐ کو دی اور کہا رسول اللہ ﷺ اسے قبول فرمایئے اور اس پر آپؐ نے فرمایا اچھا ہم نے اسے قیمت پہ لے لیا۔"۸

دوسری طرف کفار مکہ جو مسلمانوں کی ہجرت پر غصے میں تھے، انہوں نے اپنے غصے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے حضور ﷺ کو شہید کرنے کی ایک سازش تیار کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں اس واقعے کی خبر اس طرح ارشاد فرمائی ہے:

"وَاِذْ یَمْکُرُبِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْیَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخرِجُوْکَ ط وَیَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُاللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُالْمٰکِرِیْنَ۔"

ترجمہ": اور جب فریب کرتے تھے کافر کہ تجھ کو قید کر دے یا مار ڈالے یا نکال دے اور بھی وہ داؤ (تدبیر) کرتے تھے اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا، اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔"۹

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اپنے سفر ہجرت پر روانہ ہوگئے۔ انہوں نے جبلِ ثور کا راستہ اختیار کیا اور ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے۔ قریشِ مکہ نے ان دونوں مقدس ہستیوں کا پیچھا کیا اور غار کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ غار کے باہر سے ان کے پاؤں صاف نظر آتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ پریشان ہوئے کیوں کہ مشرکینِ مکہ غار کے اتنے قریب آئے کہ محمد ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ دونوں نے ان کے پاؤں دیکھے۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے:

"حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں غارِ ثور میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں نے کافروں کے پاؤں دیکھے (جو ہمارے سر پر کھڑے ہوئے تھے) صدیقؓ گھبرا گئے اور بولے کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر ان میں سے کسی نے ذرا بھی قدم اٹھائے تو وہ ہم کو دیکھ لے گے۔ آپؐ نے فرمایا تو کیا سمجھتا ہے ان دو آدمیوں کو (کوئی نقصان پہنچا سکے گا) جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔"۱۰

اور پھر یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا رخ وہاں سے پھیر دیا اور وہ اپنی تلاش میں ناکام ہو کر لوٹ گئے۔ تین دن غار ثور میں گزارنے کے بعد آپؐ صحرا کے راستے سے مدینے کی جانب روانہ ہوئے حقیقت تو یہ ہے کہ جو دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جائے، اسے دنیا کی کوئی چیز بھی اپنے مقصد سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اسلام کا اعلان یہ تھا کہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اس کی روشنی میں ہی عبادات اور زندگی کے تمام معاملات کی تنظیمِ نو کی جائے۔

اس پیغام کو پورا کرنے کے لیے ایک علیٰحدہ خطہ زمین اور ایک الگ امت کی ضرورت تھی، جہاں صرف اور صرف قرآن وسنت کے قوانین ہوں۔ ان کے نفاذ کے لیے مدینہ میں ایک مثالی اسلامی معاشرے کا قیام عمل میں لایا گیا۔

الف۔ پہلے اسلامی معاشرے کا قیام:

حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مثالی اسلامی معاشرہ قائم کیا۔ اسلام سے پہلے مدینہ تو کیا پورا عرب جاہلیت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ نہ تو عبادات کا نظام درست تھا اور نہ معاملات کا نظام اچھا تھا۔ اللہ پاک کے ساتھ شرک کرتے تھے، عبادات میں اپنی طرف سے بدعات شامل کرتے تھے۔ ازواج کی کوئی حد قائم نہیں تھی جو جتنی چاہے شادیاں کرلے، بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے تھے، وراثت میں ان کا کوئی حق نہ تھا، مہر کو ایک برائی ہی سمجھتے تھے، آپس میں غیرت کے نام پر لڑائیاں لڑتے تھے۔ غرض کہ کوئی نظام نہیں تھا جس پر سب لوگ اطمینان کے ساتھ زندگی گزار سکتے۔ اسلام کا مقصد یہ تھا کہ انسان، اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سامنے اپنا سر جھکا دے۔ وہ اپنی روز مرہ کی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر کرے۔ اسلامی تعلیمات اور احکام کے مطابق زندگی کو گزارنے کے لیے ایک اسلامی معاشرے کی ضرورت تھی، اسلامی احکامات پر پوری طرح عمل صرف اسلامی معاشرے میں ہی ہو سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان الفاظ میں ایسا معاشرہ تشکیل دینے کا حکم دیا:

"وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّة يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِوَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِط۔"

ترجمہ: "اور تم میں سے ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ جو لوگوں کو بھلائی کی دعوت دے۔ انہیں اچھے کام کرنے کی دعوت دے اور انہیں برے کاموں سے روکے۔"[۱۱]

مدینہ میں اسلامی معاشرے کے قیام کے بعد اس کے استحکام کے لیے آنحضور اکرمؐ نے جو اقدام کیے ان کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے:

i۔ اسلامی معاشرے کی اندرونی مضبوطی:

رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے عبادات کو قائم کرنے کے لیے قباء میں مسجد کی بنیاد رکھی، اس کے بارے میں ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

"حوالی مدینہ میں پہنچ کر پہلی منزل آپؐ نے قباء میں کی اور کلثوم بن ھدم کو شرفِ میزبانی حاصل ہوا۔ انصار ہر طرف سے جوق در جوق آتے اور جوشِ عقیدت سے سلام کرتے، آپؐ نے وہاں چودہ دن قیام کیا اور ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی۔ یہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد تھی۔"[۱۲]

اس مسجد کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے:

"لَمَسْجِد" اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ۔"

ترجمہ ": یقیناً یہ وہی مسجد ہے جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پہ رکھی گئی۔"[۱۳]

قباء میں چند روز قیام کرنے کے بعد جمعہ کے روز آپؐ نے مدینہ منورہ کا ارادہ کیا اور ناقہ پر سوار ہوئے اور راستے میں محلہ بنی سالم پڑتا تھا وہاں پہنچ کر جمعہ کا وقت آ گیا۔ وہیں جمعہ کی نماز ادا فرمائی اور خطبہ بھی دیا یہ اسلام میں آپؐ کا پہلا خطبہ اور پہلی نمازِ جمعہ تھی۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ نے اپنی کتاب "سیرۃ المصطفیٰ ﷺ" میں خطبہ کے مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے لیے مخصوص کیا ہے اور تمہارا نام اور لقب ہی مسلمان رکھا ہے یعنی اپنا مطیع اور فرمانبردار رکھا، بس اس نام کی لاج رکھو منشاء خداوندی یہ ہے کہ جس کو ہلاک اور برباد ہونا ہے وہ قیامِ حجت کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہا وہ بھی قیامِ حجت کے ساتھ، بصیرت کے ساتھ زندہ رہے کوئی بچاؤ اور کوئی طاقت اور کوئی قوت بغیر اللہ کے مدد کے ممکن نہیں پس کثرت سے اللہ کا ذکر کرو اور آخرت کے لیے عمل کرو۔ جو شخص اپنا معاملہ خدا سے درست کر لے گا اللہ تعالیٰ لوگوں سے اس کی کفایت کرے گا کوئی شخص اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو لوگوں پر چلتا ہے اور لوگ اللہ پر حکم نہیں چلا سکتے اللہ ہی تمام لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اللہ کے کسی چیز کے مالک نہیں۔ لہٰذا تم اپنا معاملہ اللہ سے درست کر لو۔ لوگوں کی فکر میں مت پڑو اور اللہ سب کی کفایت کرے گا

الله اكبرلا قوة الا با لله العلى العظيم۔"[۱۴]

یہ آپؐ کا پہلا خطبہ ہے جو آپؐ نے ہجرت کے بعد دیا۔ تیرہ سالہ مظلومانہ زندگی کے بعد یہ خطبہ دیا جا رہا ہے اس میں ایک حرف بھی دشمنوں کی مذمت اور شکایت کا نہیں۔ تقویٰ، پرہیزگاری اور آخرت کی تیاری کے سواء کوئی لفظ محمد ﷺ کی زبان مبارک سے نہیں نکلا۔ جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ اپنے ناقہ پر سوار ہو کر حضرت ابو بکرؓ کو اپنے پیچھے بیٹھا دیا اور مدینہ کا رخ کیا۔ آپؐ نے حضرت ابو ایوبؓ انصاری کے ہاں اترنے کے بعد سب سے پہلے جس چیز کی فکر کی وہ یہ تھی کہ ایک مسجد تعمیر کی جائے۔ مدینہ پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی سہل و سہیل کی زمین پر بیٹھ گئی تو آپؐ نے اسلامی حکومت کی اولین اساس یعنی مسجد کی تعمیر شروع کی۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی "سیرتِ سرورِ عالم ﷺ" میں اس مسجد کا ذکر کچھ یوں کرتے ہیں:

"زمین حاصل کرنے کے بعد اس زمین کو صاف کیا گیا، خرابے کو ہموار کیا گیا، قبریں اکھاڑ دی گئیں، کھجور کے درخت کاٹ کر ان کے تنوں سے مسجد کے لیے ستون بنائے گئے، کھجور کے پتوں کی چھت ڈال لی گئی، کچی اینٹوں اور گارے سے دیواریں تعمیر کر لی گئیں اور خالی زمین کا فرش رہنے دیا گیا۔ بعد میں جب بارش سے کیچڑ ہونے لگی تو کچے فرش پر کنکریاں بچھا دی گئیں، اور جب کھجور کے پتوں کی چھت کے نیچے گرمی ستانے لگی تو اوپر گارے کی لپائی کرا دی گئی۔"[۱۵]

رسول اللہ ﷺ، مہاجرین اور انصار سب نے مل کر مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا اور اسے اسلام کی دوسری مسجد کی حیثیت حاصل ہوئی۔ اسلامی معاشرے کی تعمیر میں مسجد پہلا قدم ہے، اس کے بنانے میں رسول اللہ ﷺ نے خود بنفسِ نفیس کام کیا۔ مسلمانوں کو اس کے بنانے میں ترغیب دلائی، چنانچہ مہاجرین اور انصار دونوں نے اس میں کام کیا اور محنت اٹھائی، اور اس وقت مسلمان آپس میں جو گفتگو کر رہے تھے، اس کو سیرۃ النبی ﷺ ابن ہشام میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"ایسی حالت میں کہ نبی کریم ﷺ کام میں لگے ہوئے ہیں ہم بیٹھے رہے تو ہمارا یہ کام گمراہ کن ہو گا، اور مسلمان اس کی تعمیر کرتے وقت یہ رجز پڑھتے جاتے تھے اور کہتے تھے، زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ یا اللہ انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔"[6]

مسجد نبوی سے اسلامی تحریک کے منصوبے شروع ہوتے ہیں۔ علم حاصل کیا جاتا ہے، اسی کے فرش سے مسلمانوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، ان کے مسائل حل کئے جاتے ہیں، وہ دین سیکھتے ہیں۔ چوں کہ مسجد اسلامی معاشرے کی بنیاد ہے، اسی لیے آپؐ نے قباء میں اور اسی طرح مدینہ میں سب سے پہلے مسجد ہی تعمیر کی۔ اس مسجد کے صحن میں ان غریب مہاجرین کے لیے رہنے کی جگہ بنا دی گئی جو کہ مدینہ میں آتے ہی کام کرنے کے قابل نہ تھے، کیوں کہ مدینہ کا پورا معاشی نظام زراعت پر مشتمل تھا، اور مہاجروں کو زراعت کا تجربہ نہ ہونے کہ وجہ سے اس میں قطعاً کوئی مہارت حاصل نہ تھی، کیوں کہ ان کا شہر مکہ کا معاشرہ مکمل طور پر ایک تجارتی معاشرہ تھا۔ مدینے میں نہ ان کے پاس کوئی زرعی زمین تھی اور نہ کوئی سرمایہ تھا، وہ تو اپنی تمام دولت مکے میں چھوڑ آئے تھے۔ انصارِ مدینہ نے اس موقع پر مہاجرین کی ہر ممکن مدد کی، لیکن اس کے باوجود کچھ مہاجر ایسے رہ گئے تھے جنہیں ٹھکانے کی ضرورت تھی۔ اس کے بارے میں محمد سجاد صاحب نے اپنے مقالے میں یوں بیان کیا ہے:

"مدینہ منورہ آمد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے جو کام کیا۔ وہ مسجدِ نبوی کی تعمیر تھی، مسجدِ نبوی کے ایک گوشے میں ایک سائبان اور چبوترہ (صفہ) بنایا گیا۔ جس پر وہ مہاجرین صحابہ کرام مدینہ منورہ آکر رہنے لگے تھے، جو نہ تو کچھ کاروبار کرتے تھے اور نہ ان کے پاس رہنے کو گھر تھا، مکہ اور دیگر علاقوں سے دین کی تعلیمات حاصل کرنے کے لیے آنے والے صحابہ کرام بھی یہاں قیام کرتے تھے۔ گویا صفہ ان غریب اور نادار صحابہ کرامؓ کی جائے پناہ تھی، جنہوں نے اپنی زندگی تعلیمِ دین، تبلیغِ اسلام، جہاد اور دوسری اسلامی خدمات کے لیے وقف کر رکھی تھی۔"[7]

1۔ مواخاتِ مدینہ:

انصار کا گھر مہاجرین کے لیے ایک مہمان خانہ تھا، مہاجرین کو اپنے گزر بسر کرنے کے لیے ایک مستقل کام کاج کی ضرورت تھی، مہاجرین مکہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کے عادی تھے اس لیے وہ مدینہ میں بھی اپنے ہاتھ سے

روزی کمانا چاہتے تھے۔ لیکن اس وقت ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا نہ گھر اور نہ پیسہ۔ اس لیے حضور ﷺ جو کہ گہری بصیرت کے مالک تھے، انہوں نے خود انصار سے مہاجرین کے ساتھ بھائی چارہ قائم کرنے کے لیے فرمایا۔ اس طرح آپؐ نے انصار و مہاجرین کو اخوت کے رشتے میں منسلک کر دیا۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

"حضرت ابو بکرؓ کو حضرت خارجہ بن زید انصاریؓ کا بھائی بنا دیا، حضرت عثمانؓ کو حضرت اوس بن ثابت انصاریؓ کا بھائی بنالیا، حضرت عمرؓ کو حضرت عتبان بن مالکؓ انصاری کا بھائی بنا دیا، حضرت ابو عبیدہ ابن الجراحؓ کو حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ کا بھائی بنا دیا، حضرت زبیر بن عوامؓ کو حضرت سلامہ بن دقشؓ کا بھائی بنا دیا، حضرت مصعب بن عمیرؓ کو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا بھائی بنا دیا، حضرت عمار بن یاسرؓ کو حضرت حزیفہ بن یمانؓ، حضرت ابو ذر غفاریؓ کو حضرت منذر بن عمروؓ کا، حضرت سلمان فارسیؓ کو حضرت ابو درداءؓ کا، حضرت بلالؓ کو حضرت ابو رویحہؓ، حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ کو حضرت عباد بن بشرؓ کا، حضرت سعید بن زیدؓ کو حضرت ابی بن کعبؓ کا بھائی بنا دیا۔"[18]

یہ رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن گیا، جب کوئی انصاری مسلمان فوت ہو جاتا تو اس کی جائیداد اور اس کا مال اس کے مہاجر بھائی کو دے دیا جاتا تھا، لیکن جو اس کے حقیقی بھائی تھے وہ محروم رہ جاتے ان کو کچھ بھی نہیں دیا جاتا تھا اور نہ وہ انصاری حق مانگنے کی بات کرتا کیوں کہ یہ فرمانِ خداوندی کی تعمیل تھی، ارشادِ ربانی ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓىِٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۔"

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں مال و جان سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان کو پناہ دی اور ان کی مدد کی۔ یہ لوگ باہم بھائی بھائی (رفیق) ہے۔"[19]

مواخات کا رشتہ بظاہر ایک عارضی ضرورت کے لیے قائم کیا گیا تاکہ مہاجرین جو بے گھر اور بے روزگار لوگ ہیں۔ ان کا کچھ وقت کے لیے انتظام ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ نے اغراضِ دینی کی تکمیل کا سامان اسی مواخات میں پنہاں رکھا تھا۔ مکے سے جن مسلمانوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی، انہیں مختلف معاشی، معاشرتی اور صحت کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا، مہاجرین اپنے اہل و عیال اور اپنا مال و دولت مکہ ہی میں چھوڑ کر آ گئے تھے، مہاجرین تجارت میں تو مہارت رکھتے تھے۔ لیکن زراعت اور صنعت کے شعبوں سے یہ حضرات قطعاً نا آشنا تھے، جب کہ مدینے کا معاشی نظام تمام کا تمام زراعت اور صنعت پر ہی قائم تھا۔ انصارِ مدینہ نے مہاجرین کی مدد کرنے میں کسی بھی قسم کی کوئی کسر نہ چھوڑی، انہوں نے مہاجرین کی اس انداز میں اور اتنے خلوص کے ساتھ مدد کی کہ اس کی مثالوں کو خود اللہ تعالیٰ نے تاقیامت اپنی کتاب میں محفوظ کر لیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُالدَّارَوَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَا جَرَاِلَيْهِمْ وَلَا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوكَانَ بِهِمْ خَصَا صَة

ترجمہ: "اور جو لوگ جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں ان سے پہلے سے محبت کرتے ہیں ان سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس اور نہیں پاتے اپنے دل میں تنگی اس چیز سے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنی جان سے اور اگر چہ ہو اپنے اوپر فاقہ اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے۔" ۲۰

انصارِ مدینہ نے سخاوت اور فیاضی کا اعلیٰ معیار پیش کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو ایک تجویز پیش کی کہ وہ اپنے تمام نخلستان اپنے اور اپنے مہاجر بھائیوں کے درمیان تقسیم کر لیں گے۔ کیوں کہ یہ نخلستان آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو نخلستان کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں رکھنے اور ان سے جو پھل حاصل ہوں، اس میں اپنے مہاجر بھائیوں کو شریک کرنے کا مشورہ دیا۔ انصار نے اپنی تمام اضافی اراضی حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی، اس سے آپؐ نے مہاجر صحابہ کرامؓ کے لیے کچھ مکانات تعمیر کرائے۔ یہ بھائی چارہ کل ۹۰ لوگوں میں کرایا گیا تھا ان میں سے آدھے انصار میں سے تھے اور آدھے مہاجرین میں سے تھے۔ مواخات کے عمل سے انصار اور مہاجرین کو ایک دوسرے پر خاص حقوق حاصل ہو گئے۔ ایک یہ کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور یہ مدد کسی خاص معاملے کے ساتھ مخصوص نہیں ہو گی۔ بلکہ زندگی کے تمام امور میں مدد کرنے کا وعدہ تھا۔ مواخات کے عمل میں یہ امر بھی شامل تھا کہ جو مہاجر جس انصار کا بھائی بن گیا ہے وہ اس کی وراثت کا بھی حقدار ہو گا۔ اس وعدے کو انصار نے ایسا پورا کیا کہ آج تک تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔

2۔ مواخاتی بھائیوں کے درمیان وراثت کی تنسیخ:

جب مہاجرین معاشی طور پر مدینہ میں مستحکم ہو گئے اور انہیں انصار کی معاونت کی ضرورت باقی نہ رہی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اس وراثت میں مہاجر بھائی کے حصے کو منسوخ کر کے حقیقی بھائی کو وارث قرار دیا اور یہ حکم ۳ ہجری میں جنگِ بدر کے بعد نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ م بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓءِكَ مِنْكُمْ"

ترجمہ: "اور جو لوگ ایمان لائے اس کے بعد اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمہارے ساتھ ہو کر سو وہ لوگ بھی تمہیں میں ہیں۔" ۲۱

اس آیت کے نزول کے بعد میراث صرف حقیقی بھائی کا حق ٹھہرا۔ مہاجرین معاش کمانے کے قابل ہو گئے اور غزوہ بدر میں ان کو اتنا مالِ غنیمت ملا جو ان کی ضرورت کے لیے کافی تھا۔ اس کے بعد وراثت کا قانون بھی واپس اپنی اصل حیثیت پر آ گیا جس کی بنیاد قرابت پر تھی۔ قرآنِ پاک کی اس آیت سے منسوخ کر دیا گیا، ارشادِ ربانی ہے:

"وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ "

ترجمہ: "اور رشتہ دار آپس میں حقدار زیادہ ہیں، ایک دوسرے کے اللہ کے حکم میں۔"۲۲

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

"سورۃ انفال کی اس آخری آیت کے آخری جملہ نے اسلامی وراثت کا وہ قانون منسوخ کر دیا جو اس سے پہلی آیت میں مذکور ہے جن کی رو سے مہاجرین و انصار میں باہمی وراثت جاری ہوتی تھی اگرچہ ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ ہو کیوں کہ یہ حکم ایک ہنگامی حکم ہے جو اوائل ہجرت کے وقت دیا گیا تھا۔"۲۳

اس آیت کی رو سے وراثت کے اس حق کو منسوخ کر دیا جو مواخات کی بنا پر مہاجرین کو دیا گیا تھا۔ وراثت کے حق کی منسوخی کے باوجود انصار و مہاجرین کے درمیان باہمی تعاون اور ہمدردی کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے مواخات کے عمل کو وراثت کی تنسیخ کے بعد بھی جاری رکھا، اسے محض ایک دوسرے کی مدد تک محدود کر دیا لیکن وراثتی حقوق ساقط کر دیئے گئے۔

مدینے کی اس نوزائیدہ ریاست کو مضبوط بنیادوں پر مستحکم کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ کیوں کہ ایک طرف تو مدینہ شہر میں پائے جانے والے مسلمانوں کے اندرونی دشمن یہودی، مشرکین اور منافقین اس کو ناکام بنانے کے درپے تھے، اور دوسرا یہ کہ اس نوزائیدہ ریاست نے اپنے ارد گرد مشرکانہ، بت پرستانہ ریاستوں کو بھی ختم کرنا تھا۔ یہ اسی صورت ممکن تھا جب مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرہ مستحکم بنیادوں پر استوار ہو اور اسلامی احکام کا عملاً نفاذ ہو۔

3۔ اذان کی ابتداء:

جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ؐ کے صحابہ کرامؓ کو مدینہ منورہ میں امن نصیب ہوا اور اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی تو وہاں عبادات کی ادائیگی کا انتظام کیا گیا۔ نماز جو کہ تمام عبادات کی جڑ ہے، کا نظام مقرر کیا۔ زکوۃ اور روزے کی فرضیت کے احکام مدینہ میں نازل ہوئے، حدود کا نظام بھی قائم کیا گیا، حلال و حرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکام نازل ہوئے لوگوں کی جانوں کو تحفظ ملا۔ میثاقِ مدینہ کی رو سے لوگوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت مہیا کی گئی، مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے کی تاسیس کے ساتھ صلوٰۃ کے نظام کا باقاعدہ آغاز کیا گیا، نماز کی طرف لوگوں کو بلانے کے لیے کوئی خاص انتظام اس وقت تک نہیں تھا، جیسے ہی نماز کا وقت آتا صحابہ کرامؓ خود بخود آکر جمع ہو جاتے تھے۔ اذان ۲ ہجری میں شروع ہوئی اس سے پہلے بغیر اذان کے نماز پڑھی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرامؓ کو نماز کی طرف بلانے کے لیے مشورہ کیا۔ کسی نے کیا مشورہ دیا اور کسی نے کیا، کسی نے سائرن (ناقوس) استعمال کرنے کا مشورہ دیا۔ لیکن آپ ؐ نے اسے ناپسند فرمایا کیوں کہ یہ یہودیوں کا طریقہ تھا۔ کسی نے

گھنٹی بجانے کا مشورہ دیا لیکن اسے بھی عیسائیوں سے مشابہت کی وجہ سے ناپسند فرمایا۔ ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن زید کو خواب میں اذان کا طریقہ بتایا گیا۔

"حضرت عبد اللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے نماز کے لیے لوگوں کو جمع کرنے کی غرض سے ناقوس بجانے کا حکم دیا تو مجھ کو خواب میں ایک شخص دکھائی دیا جو کہ اپنے ہاتھ میں ناقوس لیے ہوئے ہے میں نے اس سے کہا کہ بندہ خدا! کیا ناقوس فروخت کرو گے؟ اس نے کہا کہ اس کا کیا کرو گے؟ میں نے کہا کہ ہم ناقوس کے ذریعہ نماز کی اطلاع کریں گے اس شخص نے جواب میں کہا کہ میں تم کو ایسی چیز نہ سکھا دوں جو کہ ناقوس سے اچھی ہے؟ میں نے کہا ضرور، اس شخص نے کہا کہا اس طرح کہو: **اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اشہدُ ان لاَ اِلہَ الا ا للہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد انَّ محمد ا رسول اللہ، اشہد انَّ محمد ا رسول اللہ، حَیَّ علیٰ الصلوٰۃ، حَیَّ علیٰ الصلوٰۃ، حَیَّ علیٰ الفلاح، حَیَّ علیٰ الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ**۔ اس کے بعد وہ شخص تھوڑا سا پیچھے ہٹ گیا اور اس شخص نے کہا جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو تو اس طرح کہو: اللہ اکبر، اللہ اکبر،... اس کے بعد صبح ہوئی تو خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا اور اپنا خواب بیان کیا رسول اکرم ﷺ نے خواب سن کر فرمایا کہ یہ خواب سچا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو اٹھو حضرت بلالؓ کے ہمراہ اور جو تم نے خواب میں دیکھا ہے وہ حضرت بلالؓ کو بتاتے جاؤ وہ اذان دیں گے کیوں کہ ان کی آواز تم سے بلند ہے، چنانچہ میں حضرت بلالؓ کے ساتھ کھڑا ہو گیا میں ان کو کلماتِ اذان سناتا جاتا تھا اور وہ اذان دیتے جاتے تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے اذان سنی تو وہ اپنے گھر تشریف فرما تھے کہ اذان سن کر جلدی جلدی چادر کھینچتے ہوئے باہر تشریف لائے اور عرض کیا اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے آپ ﷺ کو منصبِ رسالت پر فائز فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے بھی بالکل اسی طرح کا خواب دیکھا ہے۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے سن کر فرمایا اللہ کا شکر ہے (کہ اس نے غیب سے اذان کا طریقہ سکھایا)۔"[۲۴]

4۔ میثاق مدینہ اور مدنی معاشرے کا استحکام:

مدینہ منورہ میں اسلام کی آمد سے قبل کوئی منظم ریاست نہیں تھی۔ قبائلی نظام مروج تھا۔ قبائل میں جو کوئی ان میں اعلیٰ اور برتر ہوتا اسی کا راج چلتا۔ لوگ اس کی بات مانتے، جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے مہاجرین کی بحالی کی طرف توجہ فرمائی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کے دفاع کی طرف متوجہ ہونا پڑا کیوں کہ مشرکین مکہ نے اہل مدینہ کو یہ دھمکی دی کہ ہمارے دشمن محمد ﷺ کو قتل کر دو یا شہر سے نکال دو ورنہ ہم خود کوئی کاروائی کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلم اور غیر مسلم تمام قبائل کے سرداروں کو بلوایا اور

تجویز کیا کہ وفاقی طرز کی ایک شہری ریاست تشکیل دی جائے جس میں ہر رکن قبیلہ کو اندرونی خود مختاری حاصل ہو جب کہ دفاع سمیت کچھ ضروری اختیارات مرکزی انتظامیہ کے پاس ہوں۔ تو ان میں اکثریت نے رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ تمام شریک ہونے والے ارکان کے مشورے سے ایک تحریری آئین تیار کیا گیا۔ یہ آئین جو ہم تک پہنچا ہے دنیا کی تاریخ میں درحقیقت حضرت محمد ﷺ کا لکھوایا ہوا تحریری دستور ہے۔ اس معاہدے کو مولانا ادریس کاندھلوی نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے: **بسم الله الرحمن الرحیم**

یہ تحریری عہد نامہ ہے محمد نبی امی ﷺ کی طرف سے درمیان مسلمانانِ قریش و یثرب کے یہود جو کہ مسلمانوں کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ الحاق چاہیں ہر فریق اپنے اپنے مذہب پر قائم رہ کر امور ذیل کا پابند ہوگا۔

۱. قصاص اور خون بہا کے جو طریقے زمانہ قدیم سے چلے آرہے ہیں وہ عدل اور انصاف کے ساتھ بدستور قائم رہیں گے۔

۲. ہر گروہ کو عدل اور انصاف کے ساتھ اپنی جماعت کا فدیہ دینا ہوگا یعنی جس قبیلے کا جو قیدی ہوگا اس قیدی کو چھڑانے کے لیے فدیہ کا دینا اس قبیلے کے ذمے ہوگا۔

۳. ظلم اور اثم اور عدوان اور فساد کے مقابلے میں سب متفق رہے گے۔ اس بارے میں کسی کی رعایت نہ ہوگی اگرچہ وہ کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۴. کوئی مسلمان کسی مسلمان کو کسی کافر کے مقابلے میں قتل کرنے کا مجاز نہ ہوگا اور نہ کسی مسلمان کے مقابلے میں کسی کافر کی کسی قسم کی مدد کی اجازت ہوگی۔

۵. ایک ادنیٰ مسلمان کو پناہ دینے کا وہی حق ہوگا جیسا کہ ایک بڑے رتبہ کے مسلمان کا ہوگا۔

۶. جو یہودی مسلمان کا تابع ہو کر رہے گا ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمے ہوگی۔ ان پر نہ کسی قسم کا ظلم ہوگا اور نہ ان کے مقابلے میں ان کے دشمن کی مدد کی جائے گی۔

۷. کسی کافر اور مشرک کو یہ حق نہ ہوگا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں قریش کے کسی جان یا مال کو پناہ دے سکے یا قریش اور مسلمان کے مابین حائل ہو۔

۸. بوقتِ جنگ یہود کو جان و مال سے مسلمانوں کا ساتھ دینا ہوگا۔ مسلمانوں کے خلاف مدد کی اجازت نہ ہوگی۔

۹. نبی کریم ﷺ کا کوئی دشمن اگر مدینہ پر حملہ کرے تو یہود پر آنحضرت ﷺ کی مدد لازم ہوگی۔

۱۰. جو قبائل اس عہد اور حلف میں شریک ہیں اگر ان میں سے کوئی قبیلہ اس حلف اور عہد سے علیٰحدگی اختیار کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔

۱۱۔ کسی فتنے پرداز کی مدد اس کو ٹھکانہ دینے کی اجازت نہ ہوگی اور جو شخص کسی بدعتی کی مدد کرے گا یا اس کو اپنے پاس ٹھکانہ دے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب ہے قیامت تک اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔

۱۲۔ مسلمان کسی سے صلح کرنا چاہیں گے تو یہود کو بھی اس صلح میں شریک ہونا ضروری ہوگا۔

۱۳۔ جو کسی مسلمان کو قتل کرے اور شہادت موجود ہو تو اس کا قصاص لیا جائے گا۔ الا یہ کہ ولی دیت قبول کرنے پر راضی ہو جائے۔

۱۴۔ جب کبھی کوئی جھگڑا یا کوئی باہمی اختلاف پیش آئے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔۲۵

یہ اس معاہدے کے الفاظ ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کے تین بڑے بڑے قبیلوں سے کیا تھا ان میں بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ شامل تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے صاف انکار کر لیا تھا۔ تو آپؐ نے ان سے عہد نامہ لکھوایا تا کہ ان کے جو مفسد ارادے ہیں ان سے مسلمانوں کو محفوظ رکھا جائے۔ ان تین قبائل میں سے کوئی قبیلہ ایسا نہ رہا جنہوں نے اس عہد کو پورا کیا ہو تینوں نے ایک دوسرے کے بعد ہی عہد کو توڑا اور اسلام دشمنی کو قائم رکھنے اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں پورا پورا حصہ لیا پھر ان کو اس کا انجام اس طرح ملا کہ ان کو جلاوطن کر دیا گیا۔

میثاقِ مدینہ کو پڑھنے کے بعد ہی یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس ریاست کو یہودیوں نے بھی تسلیم کیا تھا اور اس میں ان کو مذہبی آزادی اور مالی حفاظت کی ضمانت دی گئی تھی۔ انہیں نہ صرف مذہبی آزادی حاصل تھی بلکہ وہ اپنے قانون اور عدالتی معاملات میں بھی خود مختار تھے۔ اس میثاق میں سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ اگر کوئی غیر ملکی مدینہ پر حملہ کرے گا تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی ایک فرد کا دشمن تمام معاہدہ کرنے والوں کا دشمن ہو گا۔ اس میثاق کے رو سے معاہدے میں شریک تمام اقوام کے افراد کو یکساں حقوق حاصل تھے، حضور ﷺ کی مدینہ آمد سے قبل مدینے کے قبائل کے مابین بہت اختلاف تھے لہٰذا انہوں نے کھلے دل سے رسول اللہ ﷺ جو کہ غیر ملکی تھے آسانی سے قبول کیا۔ مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جلد ہی دوسرے قبائل سے بھی مدد لینے کے لیے صحابہ کرامؓ کو ان کی طرف بھیجا اور اس طرح رسول اللہ ﷺ غیر مسلم قبائل سے نو زائیدہ ریاست کے لیے فوجی تعاون حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ فوجی قوت میں اضافے کے بعد آپؐ نے یہ حکم جاری کیا کہ مکہ سے آنے والے کوئی بھی تجارتی قافلہ مسلمانوں کے علاقے سے نہ گزرے گا۔ قریشِ مکہ نے تجارتی شاہراہ سے گزرنے کے لیے صلح کرانے کے لیے کاوششیں کی، جن کے نتیجے میں غزوات بدر، احد اور خندق وغیرہ پیش آئے، ان غزوات میں قریشِ مکہ بے بس ہو گئے۔ ۶ھ میں معاہدہِ حدیبیہ عمل میں آیا۔ اس صلح نامہ حدیبیہ کی

وجہ سے مسلمان قریش کی طرف سے بے خوف ہو گئے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے وقتی طور پر دشمنوں سے نجات حاصل کر لی۔ اس معاہدے کے کچھ ہی عرصے بعد خیبر کی لڑائی پیش آئی، جس میں مسلمانوں نے کامیابی حاصل کر لی تھی۔ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی پر نبی پاک ؐ نے قریشِ مکہ پر ۸ھ میں چڑھائی کی اور مکہ بغیر کسی لڑائی کے فتح ہو گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی گلیوں میں نقیب مقرر کیے۔ اس کے بارے میں محمد ابن جریر الطبری "تاریخِ طبری" میں لکھتے ہیں :

"ان نقیبوں نے کہا ہمیں اطلاع ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر یہ فرمایا کہ جو شخص ابوسفیانؓ کے گھر آجائے گا وہ مامون ہے۔ ان کا گھر مکہ کے بالائی حصے میں تھا۔ نیز آپ ؐ نے فرمایا اور جو حکیمؓ کے گھر میں آجائے گا وہ مامون ہے۔ ان کا گھر زیرین مکہ میں تھا اور یہ فرمایا اور جو شخص اپنا دروازہ بند کرے اور لڑائی سے دست کش ہو جائے وہ مامون ہے۔"۲۶

فتح مکہ کے موقع پر نبی پاک ؐ نے قریش کو عام معافی دے دی، جس کے نتیجہ میں قریشِ مکہ کی اکثریت حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئی۔

حوالہ جات :

۱۔ ابو الخلیل، ڈاکٹر، شوقی (مؤلف)، حافظ محمد امین (مترجم): "اٹلس سیرۃ النبی ﷺ"، ص ۱۵۴۔

۲۔ صفی الرحمن، مبارکپوری، مولانا: "الرحیق المختوم"، ص ۸۱۔

۳۔ القرآن، اَلْبَقَرَۃ: ۲۱۳۔

۴۔ القرآن، اَلْاَنْعَام: ۱۵۳۔

۵۔ انوار الحق، مولانا، شیخ الحدیث: "انوار الحق"، ج اول، ص ۱۱۴۱۔

۶۔ ابو الحسن علی، سید، مولانا، ندوی: "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج زوال کے اسباب کا اثر"، ص ۵۹۔

۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام (مؤلف)، مولانا محمد داؤد راز (مترجم): "صحیح بخاری"، ج ۳، باب فضل المدینہ و انھا تنفی الناس، کتاب، فضائلِ مدینہ، ح ۱۸۷۱۔

۸۔ طبری، محمد ابن جریر، ابی جعفر، علامہ (مصنف)، سید محمد ابراہیم ندوی (مترجم): "تاریخِ طبری"، ج ۲، ص ۴۰۱۔

۹۔ القرآن، اَلْاَنْفَال: ۳۰۔

۱۰۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، امام (مؤلف)، مولانا محمد داؤد راز (مترجم): "صحیح بخاری"، ج ٦، باب ثانی اثنین اذ ھما فی الغار، کتاب تفسیر، ح ۳٦٦۴، ص ۲۰۷۔

۱۱۔ القرآن، اٰل عمران: ۱۰۴۔

۱۲۔ خالد، ڈاکٹر، علوی: "انسان کامل"، ص ۹۴۔

۱۳۔ القرآن، التوبۃ: ۱۰۸۔

۱۴۔ محمد ادریس، مولانا، کاندھلوی: "سیرۃ المصطفیٰ ﷺ"، ج ۱، ص ۴۰۴۔

۱۵۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید: "سیرتِ سرورِ عالم ﷺ"، ج اول، ص ۷۴۷۔

۱٦۔ محمد بن اسحاق بن یسار (مؤلف)، عبد الملک ابن ہشام، ابو محمد (مؤلف)، مولوی قطب الدین احمد محمودی: "سیرۃ النبی ﷺ ابن ہشام"، ج اول، ص ۳۳۴۔

۱۷۔ محمد سجاد، حافظ: "رسولِ اکرم ﷺ طریقِ دعوت میں انسانی نفسیات کا لحاظ"، مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی، ص ۲۰۳۔ ۲۰۴۔

۱۸۔ شبلی، مولانا، علامہ، نعمانی: "سیرۃ النبی ﷺ"، ج ۱، ص ۱۷٦۔

۱۹۔ القرآن، اَلْاَنْفَال: ۷۲۔

۲۰۔ القرآن، الحشر: ۹۔

۲۱۔ القرآن، اَلْاَنْفَال: ۷۵۔

۲۲۔ القرآن، اَلْاَنْفَال: ۷۵۔

۲۳۔ محمد شفیع، مفتی، مولانا: "معارف القرآن"، ج ۴، ص ۳۰۲۔

۲۴۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث سجستانی، (مولف) مولانا خورشید حسن قاسمی (مترجم): "سنن ابی داوٗد"، ج اول، باب کیف الاذان، ح ۴۹٦۔

۲۵۔ محمد ادریس کاندھلوی: "سیرۃ المصطفیٰ ﷺ"، ج ۱، ص ۴۵۵۔ ۴۵۷۔

۲٦۔ طبری، محمد ابن جریر، ابی جعفر، علامہ (مصنف)، سید محمد ابراہیم ندوی (مترجم): "تاریخِ طبری"، ج ۲، ص ۳۰۴۔